ابراہیم ناجی — بحیثیت شاعر

جناب ابوسفیان اصلاحی۔ شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

(گذشتہ سے پیوستہ)

اس میں دو رائے نہیں کہ اس نے قصیدہ "العودہ" میں بہت سی چیزوں کو ایک نئے طرز پر بیان کیا۔ یہ قصیدہ پہلے "ابولو" میں پھر "الرسالہ" اور "مصر" میں شائع ہوا اس کے بعد کئی ایک رسائل نے اسے نقل کیا۔ یہ قصیدہ اس کے پہلے دیوان "وراء الغمام" میں موجود ہے جو ۱۹۳۴ء میں منظر عام پر آیا[1]۔ "العودہ" کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے اس کے چند اشعار یہاں اور نقل کئے جا رہے ہیں:

لم عدنا او لم نطو الغرام ۔۔۔ وفرغنا من حنين وألم

ورضينا بسكون وسلام ۔۔۔ وانتهينا لفراغ كالعدم

أيها الوكر إذا طار الأليف ۔۔۔ لا يرى الآخر معنى للسماء

ويرى الأيام صفرا كالخريف ۔۔۔ نائحات كرياح الصحراء

آه مما صنع الدهر بنا ۔۔۔ أو هذا الطلل العابس أنت

والخيال المطرق الرأس أنا ۔۔۔ شد ما بتنا على الضنك وبت[2]

۱۔ الشعر والتجدید، ص ۷۲ - ۷۳۔

۲۔ مختارات من الشعر الحدیث ص ۷۶۔

اس نے اپنی ادبی زندگی کا آغاز ترقی پسند شعرا کی شاعری پڑھنے کے بعد کیا۔ اسے خلیل مطران کی شاعری بہت پسند تھی۔ خلیل مطران کے وہ اشعار جن میں جوش و اشتعال تھا اس نے زیادہ تر انھیں ازبر کر لیا۔ اس کے وجدانی اشعار بہت بھنے لگے۔ یہیں سے اس کا ذہن مغربی ادب کی طرف مائل ہوا۔ کیونکہ مطران نے مغربی ادب سے استفادہ کیا۔ رومانی شعرا کی طرف اس کا رجحان مغربی ادب کے مطالعہ سے ہوا[۲] ابراہیم اپنے استاذ خلیل مطران کی شاعری جیسی کیفیات اس کے یہاں بھی موجود ہیں۔ اس نے سماج اور بنی نوع انسان سے قطع نظر زیادہ تر اپنی پریشانیوں کی تصویر کشی کی ہے[۳]

اس کا اپنی ذات سے بڑا ہی گہرا تعلق رہا ہے کیونکہ اس نے مغرب کے رومانی [illegible] کا مطالعہ کیا تھا۔ اس کے ذہن و قلب پر حسن و محبت کا پرتو تھا۔ اس کا [illegible] نرم اور نظریں حسن و جمال پر ٹکی رہتیں۔ اس کے تمام اشعار میں وجدانی [illegible]۔ فرانسیس شاعری سے متاثر ہونے والے عربی شعرا میں ناجی اور علی [illegible] معتبر اور [illegible] ہیں۔ ناجی نے شاعری میں اپنی ذات اور احساسات [illegible]۔ اس کا دل محبت کا طلب گار ہے۔ وہ شکست خوردہ و افسردہ ہو چکا [illegible] سے محبت و صداقت اور معاشرتی تعلقات سے رشتہ استوار کرنا چاہتے

[illegible] میں ناجی انفرادیت کا حامل ہے۔ اس کا اپنا ایک نظریہ اور ایک

[illegible] الخشب۔ تاریخ الادب العربی فی العصر الحاضر۔ الہیئۃ المصریہ [illegible] ۲۰۳

[illegible] فی مصر ص ۷ ۵

موقف ہے۔ رومانی لٹریچر پر اس کی بڑی گہری گرفت ہے۔ یہی چیزیں اس کے اندر گھر کر گئیں۔ اس نے رومانی تحریک کو نہ صرف پسند کیا بلکہ ہر آن اسے آگے بڑھانے کی فکر دامنگیر رہی۔ یہی اسباب ہیں کہ یہ پہلو اس کے یہاں نمایاں ہے۔ اس کے جذبات اور وجدانی کیفیت بڑی واضح شکل میں نظر آتے ہیں۔ ایک مجروح اور زخم خوردہ شاعر ہونے کی وجہ سے اس کی آواز میں رقت آگئی (۱)

کچھ لوگوں نے ناجی پر یہ اعتراض کیا کہ اس نے شاعری کے فن اور اصولوں کو نہیں برتا۔ انگریزی زبان سے اسے واقفیت تھی اور انگریزی شعراء کے افکار کو منتقل کرنے کی کوشش بھی کی لیکن اس میں ناکام رہا۔ اس کے یہاں قدیم اسلوب ہے۔ میرے خیال میں یہ اعتراض قابل قبول نہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ قدامت پسند ادیبوں اور ناقدین نے ناجی اور اس دور کے نوجوان شعراء پر یہ اعتراضات صرف اس لیے کیے کہ انھیں جدیدیت سے چڑھ تھی (۲) حقائق کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ دونوں ہی بات درست نہیں۔ کیونکہ بیسویں صدی میں دو ہی اسکول جدید شاعری کے نمائندہ ہیں۔ انھیں کے یہاں جدید شاعری اور حقیقی شاعری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ایک مکتب فکر سے تعلق شکری، عقاد اور مازنی کا ہے اور دوسرے سے مطران، ابوشادی اور ناجی کا ہے ان دونوں کی زبان پر ضعف و تناقضات کا الزام عائد کیا گیا۔ جدید شاعری سے بہرے البغض و عنادا راستان علمی المجازم کو

---

(۱) الادب العربی المعاصر فی مصر ص ۲۴۳

(۲) ... فرنچ ... ادب کی شاعری کا بہت بڑا حصہ عربی میں منتقل ہوچکا تھا۔ ملاحظہ ہو ماہر حسن فہمی۔ حرکۃ البعث فی الشعر العربی الحدیث

ہے جنہیں قدیم شاعری سے بھی کم شکایات نہ تھیں۔ انھوں نے قدیم شاعر عزیز اباظہ کو بھی اپنی بے جا تنقید کا نشانہ بنایا۔ (۱)

شوقی کو جدید شاعری کا بانی کہا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جدید شاعری کو عام کرنے میں شوقی کی سعی و کوشش شامل ہے۔ لیکن یہ جدید شاعری کے تمام تقاضے اس کے یہاں پورے نہیں ہوئے۔ کیونکہ شوقی کا عوام سے رابطہ بہت کم رہا اس کی تمام عمر سرکاری عہدوں پر گزری۔ خدیو عباس ثانی (۱۸۷۴ء - ۱۹۴۲ء) کا درباری شاعر تھا۔ محلات میں رہنے کے بعد حالات کا صحیح اندازہ نہیں ہو پاتا (۲) اس کے بعد ایک ایسی نسل پروان چڑھی جو شاعری پر بہت زیادہ اثر انداز ہوئی۔ اس قبیل سے تعلق رکھنے والے شاعروں میں ڈاکٹر ابو شادی اور ابراہیم ناجی کے نام سرفہرست ہیں۔ جدید شعراء میں ان دونوں نے سب سے زیادہ اشعار کہے۔ (۳) ابراہیم ناجی پر قدامت کا الزام لگانا سراسر بے بنیاد ہے۔ وہ جدید دور کے تقاضوں سے بخوبی واقف تھا وہ اس راز سے آگاہ تھا کہ روایتی شاعری اور قدیم اسالیب نئی نسل پر موثر ثابت نہیں ہو سکتے زمانے کے ساتھ ساتھ افکار اور اسالیب میں تبدیلی آنا ضروری ہے۔

ابراہیم ناجی کی شاعری میں عورت کا مقام :-

یہ بات پچھلے صفحات میں بتائی جا چکی ہے کہ ابراہیم ناجی حسن و جمال کا شیدائی

---

(۱) مندور۔ قضایا جدید فی ادبنا الحدیث۔ دار الآداب بیروت۔ ص ۷۸۔۴۴

(۲) The modern History of the Egypt ص ۲۲۸۔

(۳) ... بین الشعراء ص ۲۷۷ نیز دیکھئے شعراء مصر و بیئاتہم ص ...

تھا۔ اس کی نظر میں حسن کی تلاش تھیں۔ صنف نازک کو اس نے حسن کا منبع و مصدر قرار دیا۔ عورت سے محبت کرنا اس کے یہاں عبادت کے درجہ میں ہے اس نے اس کے محاسن و خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ اس کا وجود اس کے نزدیک طہارت و پاکیزگی کے مترادف ہے اس کا خیال ہے کہ عورت شاعری کی قوت احساس کو توانائی اور اس کے ذہن و قلب کو حسن و جمال کے عناصر سے بھر دیتی ہے، اس کا دل فحاشیوں اور وسوسوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے ابراہیم ناجی اسے جنس اور شہوت کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا جس طرح کہ عورت علی محمود طہ کے یہاں بازار حسن کی رونق بن کر رہ گئی ہے ۔

اس کی غزلیں اموی دور کے ان غزل گو شعراء کے مانند ہیں جن کے یہاں پاکدامی، پاکبازی اور شرافت ملتی ہے ۔ انھوں نے صنف نازک سے نسبت کو حرام تصور کیا۔ انھوں نے ان کے صفات و خصائل پر ضرور اظہار خیال کیا لیکن ان کے جذبات و احساسات جنسیت سے یکسر مبرا ہیں۔ ان کے یہاں احترام ہے۔ ناجی کی شاعری کا بیشتر حصہ صنف نازک کی توصیف پر مبنی ہے۔ اس کے جذبات گندے وسوسوں سے پاک و صاف ہیں۔ وہ کہتا ہے۔ (۱)

قدمت قربانی الیک بقیه — من مهجة ضاعت على الاحباب
واخوت جوهرها فداء نواظر — قدسية علوية المحراب(۲)

ایک دوسری جگہ کہتا ہے ۔

لم تغتنمي دمعة تلفع خري — بنعتني من ظلال ليس يجدى

---

(۱) المجمع العلق الہندی ص ۳۸
(۲) وراء الغمام ۱۰۱ بحوالہ المجمع العلق الہندی ص ۳۸

واختفت تلك الروى عن ناظری وطواها الغيب فی سمری بزد
دتعت فلا آنست ولا جنة الخلد ولا اطیاف سعد
والوالی غارقی فی محنتی وبلائی اقطع الایام وحدی[1]

ایک تیسری جگہ ۔

آلهو تترجع الدموع لیعنی جف دمعی فلست ابکی حبیبا

ناجی کے یہاں اس طرح کے اور اشعار بھی ہیں جس میں اس نے عورت کے
تقدس بیان کرنے میں قوت احساس سے کام لیا ۔ علی محمود طہٰ کے جو خیالات
عورتوں کے باب میں ہیں وہ اس کا بہت مخالف تھا ۔ یہ بات واضح ہے کہ اس
نے عورت کو شہوت کے نقطہ نظر سے دیکھا ہے اور اسے عارضی شئے تصور کیا اس
کے یہاں عورت کا کوئی مقام نہیں ۔ وہ یورپ جا کر لڑکیوں سے ملنے کے لیے گھوما کرتا اس
طرح دونوں کے نظریات میں واضح فرق ہے ۔ علی محمود طہٰ کے دواوین میں زیادہ تر
کیف وسرور اور حسن وعشق کی باتیں ملتی ہیں ۔ اس نے عورتوں سے اپنی ملاقات
کا ذکر کرتے ہوئے اپنی پریشانیوں اور ناامیدیوں کا بھی ذکر کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے ۔[2]

انکرت بی ناری عشیتہ لامست شفتای منک انامل العناب
وجرت یمینی فی عزیز حالک سترسل کالجدول المنساب
وسالت ما صحتی وما اطرافتی دعلام ظلت حیرة المرتاب
اقبل اذقنی ما القین وهاته حلو امن الالام والا وصاب
اقبل لا قسم فی حیاتی مرة ان الذی اسقاه لیعن بھصابه

---

(1) ایضاً ص ۸ مطبوعہ التعاون ۱۹۳۲ء بحوالہ المجمع العلمی الہندی
(2) دار الغمام ص ۸ بحوالہ المجمع العلمی الہندی ص ۳۸

یبقی ھذا الیقین وطعمہ ‏ ‏ ‏ ‏ ویفنی و نکد یبی شھی شرابہ(۱)

اس طرح کی شاعری میں یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس نے عورتوں کو بڑی قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا اور ان پر نظر عنایت کی۔ اسے شریف النفس اور عالی ظرف قرار دیا۔ قصیدہ " قلب راقعة" میں اس نے صنف نازک کے متعلق اپنے تجربات کو پیش کیا۔ اپنا ایک حقیقی واقعہ پیش کرتے کہا کہ ایک بار ایک رقص گاہ میں گیا۔ جہاں اس نے ایک ایسی رقاصہ کو دیکھا جس سے ناظرین لطف اندوز ہو رہے تھے، اور وہ رنج و غم سے بارگراں ہوتے ہوئے رقص کر رہی تھی۔ عوام اس کے چاروں طرف خوش ہو رہے تھے۔ اس کے بارے میں کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک صبر کی آگ تھی اور دوسرے رنج و غم کی آگ۔ اس نے اس کو اس کی پاکیزگی اور صفت سے تعبیر کیا۔ (۲)

لبالی صدر رحیب وساعد ‏ ‏ ‏ ‏ حبیب ورکن فی الصوری غیر منھد

بنفسی ھذا السعر والخصل التی ‏ ‏ ‏ ‏ مھادت علی نحرمن العاج منقد(۳)

ایک دوسرے قصیدے میں کہتا ہے۔

وما راع قلبی منک الا فراشة ‏ ‏ ‏ ‏ من الدمع حامت فوق عرش البرد

بھا مثل ما لی یا حبیبی وسیدی ‏ ‏ ‏ ‏ من الشجن القتال والظلماء الردی

لقد اقفر المحراب من صلواتہ ‏ ‏ ‏ ‏ فلیس بہ من شاعر ساحر بعدی

کأن طیوف الرعب والبین مونسی ‏ ‏ ‏ ‏ ومزدحم الآلام والوجد فی حشد

---

(۱)۔ ایضاً ص ۸۱ - ۸۲ بحوالہ المجمع العلمی الہندی۔ ص ۳۸

(۲) دیوان الغمام ص ۸۱ - ۸۲ بحوالہ المجمع العلمی الہندی ۳۹/۸

(۳) ایضاً ص ۸۱ ایضاً ۴۰/۸

ومصطرم الانفاس والصيق جاثم ۔۔۔ ومشتبك التجري ومختنق الأيدي
ومرتكب خرمن في جحيم مرسد ۔۔۔ بغير رجاء في سلام ولا بدر (۱)

اس کے اشعار سے یہ بات واضح ہے کہ ابراہیم ناجی امری مدرسے کے پاکدامن شعراء سے بہت قریب ہے۔ وہ محبت میں صرف مصائب، ذوق و شوق اور سچے جذبات کا قائل تھا۔ اس لیے یہاں مختلف و متعدد عورتوں کا ذکر نہیں ملے گا۔ البتہ اس نے عموماً طرز پر کچھ عورتوں کے باب میں کہا ہے اس نے اپنی شاعری میں صرف اپنے محبوب کی تعریفیں کیں۔ وہ اپنے قصائد میں مختلف جگہوں پر عورتوں پر روشنی ڈالی۔

ناجی اور علی محمود طٰہٰ کے یہاں ایک فرق یہ ہے کہ علی محمود طٰہٰ نے جب بھی کسی عورت کو دیکھا تو اس نے اس کا طواف کرنا شروع کر دیا۔ وہ عورتوں سے جنسی تعلقات قائم کرتا ہے۔ وہ اپنے قصیدہ "راکبۃ الوراجۃ" میں اپنے جنسی نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے۔

ناجی نے عورتوں کو روحانی نقطۂ نظر سے دیکھا۔ اس نے انھیں ایک مقدس شے کے طور پر پیش کیا۔ اس نے عورتوں کی تعریف لطف اندوز ہونے کی غرض سے نہیں کی۔ جیساکہ یہ بات اس کے قصیدہ "قلب راقصۃ" میں موجود ہے جس میں ایک رقاصہ کی طرف جنسی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ناجی انھیں موانع دونظر رکھتے ہوئے معذرتاً یہ اشعار کہے۔ (۲)

یا حرها من عبرة سالت ۔۔۔ من فاتك العنين مكحول

---

(۱) ایضاً ص ۸۱ - ایضاً ۸/۴۰
(۲) المجمع العلمی الہندی ۸/۴۳

وعذابها من رحلة طالت ۔۔۔ دمنين بمجهول لمجهول

افنيت عمرك في تطلبه ۔۔۔ ويكاد يأكل روحك الملل

فاذا بأمن تعجبين به ۔۔۔ وتقول روحك : ها هو الأمل

اوجعت قلبك في تقربه ۔۔۔ والقلب ان يخلص لعونه سه

فاذا احسبت بان ظفرت به ۔۔۔ فازت به من ليس تفهمه(۱)

رقاصہ کی زندگی بالکل ختم ہوکر رہ گئی ۔ اسے جنسی خواہشات کا سامان تصور کیا جاتا ہے ۔ اس کی جسم کی نمائش سے شر وفساد جنم لیتے ہیں ۔ مصریوں کو ان حرکات اسے بڑا قلق ہوا ۔ اس صورت حال سے ہزاروں مصریوں کی واقفیت ہے ۔ لیکن وہ اس گھناؤنے افعال سے چشم پوشی کرتے ہیں ۔ ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی ۔ اس نے اس فعل کو دامن انسانیت پر بدنما داغ اور مصریوں کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ قرار دیا ہے یہ تمام چیزیں علی محمود طہ کے یہاں نہیں ملیں گی ۔ اس نے عورتوں کو صرف جنسی نقطۂ نظر سے دیکھا ۔ ایک دوسرے قصیدہ "لغزیتی الجدیدہ" میں کہتا ہے ۔ (۲)

فوالله ما فهمتك العقول ۔۔۔ لا فررت القاهره

فللشعر عين يراك بها ۔۔۔ بغير عيون الورى الناظره

يرى لك حسن الشعاع الجميل ۔۔۔ أغار على الظلمة الغامرة

فجللك باسحر هذي الدنى ۔۔۔ وصيرها جنة زاهرة (۳)

---

(۱) وراء الغمام ۴۵ ۔ ص بحوالہ المجمع العلمی الہندی ۸/۴۳

(۲) المجمع العلمی الہندی ۸/۴۳

(۳) وراء الغمام ص ۱۵۰ ۔ ۱۵۱ بحوالہ المجمع العلمی الہندی ڈاکٹر سید احمد ۸/۴۴

ابراہیم ناجی کے دواوین

اس کا پہلا دیوان " وراء الغمام " ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ ادبی حلقے نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شعراء و ادباء نے اسے شوق سے پڑھا۔ ہم عصر شعراء نے اس کے اسلوب کی اتباع کی۔ اس کے خیالات و نظریات کو اپنایا۔ اس دیوان میں ناجی نے اپنے احساسات کو نہایت اچھے انداز میں پیش کیا۔ اس کی زندگی کا ہر پل رنج و غم سے بھرا ہوا تھا۔ اس کی ساری زندگی کانٹوں کی سیج پر گذری۔ درج ذیل اشعار کے پڑھنے سے اس کی زندگی کی حقیقت نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔ (۱)

رفرف القلب بجنبي كالذبيح ... وأنا أهتف : يا قلب اتئد
فيجيب الدمع والماضي الجريح ... لم عدنا ليت أنا لم نعد
لم عدنا أو لم نطو الغرام ... وفرغنا من حنين وألم
ورضينا بسكون وسلام ... وانتهينا لفراغ كالعدم (۲)

... آلام و مصائب سے پُر ہے۔ یہ چیز " وراء الغمام " کے تمام صفحات میں ... جائے گی۔ پورے دیوان میں دور دور تک شعاع امید کا پتہ نہیں ہے اس ... مستقبل سے کبھی کوئی امید وابستہ نہیں کی۔ وہ ہمیشہ آلام و مصائب میں ... ۔ اپنی ذات سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے آلام و مصائب کو ... قصائد میں بیان کرتا رہا۔ اشعار ملاحظہ کریں۔

... الادب العربي المعاصر في مصر ص ۱۵۷۔
... مصطفى بدوي ۔ مختارات من الشعر العربي الحديث ۔ دار النهار ۔ بيروت لبنان ۱۹۶۹ء ص ۔ ۷۶

ما تقول الامواج ما آلم الشمس فولت حزینة صفراء
ترکتنا وخلف لیل شدید أبدی والظلمة الخرساء (۱)

اس کی زندگی شکوک وشبہات کی نذر ہو گئی۔ اس کے قصائد میں شکوک کے پہلو نمایاں ہیں۔ اس نے محبوب کی فرقت میں ویسے ہی آنسو بہائے جیسا کہ آرام و آسائش میں۔ اس کی زندگی کا دوسرا نام مصائب وشکوک ہے۔ عورتوں کو نظرِ عنایت سے دیکھنا اس کا شیوہ رہا۔ اور عورت اس کی نظر میں مظلوم اور پاکیزہ ٹھہری۔ جس کی نہایت حسین تصویر کشی "قلب راقصة" میں موجود ہے۔

تمضی وتجهل کیف اکبرها اذ تختفی فی حالک الظلم
روحا اذا اثمت یطهرها ناران نار الصبر والالم (۲)

لیالی القاہرہ ۱۹۴۴ء میں اس کا دوسرا دیوان "لیالی القاہرہ" منظر عام پر آیا۔ یہ نام فرانسیسی ادب سے مستعار ہے۔ اصلاً یہ "لیالی موسیہ" ہے۔ عشق ومحبت اور رنج وغم کی ساری داستان اس دیوان میں آتی ہے۔ اس دیوان میں حسرت، یاس وقنوطیت اور محرومیوں کا ذکر کیا ہے۔ اس میں اس نے مصائب کے ساتھ اپنے محبت کے واقعات کا بھی ذکر کیا۔ ناجی اپنے قصیدہ "لقاء فی اللیل" میں کہتا ہے۔ (۳)

بالخطنة ما کان اسعدها وهناءة ما کان اعظمها
مرالمغرب فیاعرت بها وخلا الطریق فقربت فمها (۴)

---

(۱) الادب العربی المعاصر فی مصر ص۔ ۱۵۷
(۲) ایضاً ص۔ ۱۵۸
(۳) ایضاً ص۔ ۱۵۸
(۴) ایضاً ص۔ ۱۵۸

"اطلال" اور "السراب" لیالی القاہرہ کے دو اہم قصیدے ہیں۔ اس میں اس نے دو عاشقوں کی داستان محبت بیان کی ہے، کہ عاشق کی ملاقات معشوق سے کس طرح ہوئی۔ وہ لوگوں کے خوف سے اپنی محبت کا پردہ فاش نہیں ہونے دیتا۔ عاشق کے دل پر رنج و غم چھایا رہا۔ ان تمام چیزوں کو اس نے ان دو بڑے قصیدوں میں پیش کیا ہے۔ "اطلال" میں ان دو عاشقوں کی داستان محبت ہے جن کے تعلقات خوب پروان چڑھے۔ اور عاشق و معشوق دونوں ہی کو دنیا سے عشق بہت راس آئی۔ ناجی نے کیا خوب تصویر کشی کی ہے۔ وہ عاشق کی زبان کے حوالے سے کہتا ہے

ما قضینا ساعة فی عرسه	وقضینا العمر فی مأتمه
ما انتزاعی دمعة من عینه	واغتصابی بسمة من فمه
لیت شعری این منه مهربی	أین یمضی هارب من دمه (۲)

رہا قصیدہ "السراب" تو اس میں ایک شکست خوردہ عاشق کی داستان ہے۔ یہ شکست گمان سے بالاتر ہے۔ جب کہ عاشق کے یہاں محبت و صداقت جیسی ساری چیزیں موجود ہیں۔ وہ اس فطری طریقے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس قصیدہ میں اپنی ناکامیوں، محرومیوں اور افسردگی کو بیان کرتا ہے۔ (۳)

هذه سماء مشتاء غیر ممطرة	سوداء فی جنبات النفس جرداء
حرباء ونة حوجاء أونة	ولیس تخدع ظنی وهی خرساء
وکیف تحد عنی البیداء عافیة	والسواقی علی البیداء اغفاء

أنت ناديت أم صوت بخيلي فلي اليك بأنت الوهم اضطر (۱)

ان قصائد میں سب سے اہم قصیدہ "رسائل محترقۃ" ہے۔ جس میں وہ محبت کی وجہ سے اذیت برداشت کرتا ہے۔ یہ محبت اس کے اندر ہیجان برپا کر دیتی ہے۔ جس کی وجہ سے اذیت و شرمندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے محبوب کے خطوط کو نذرِ آتش کر دیتا ہے۔

احرقتها ورميت قلبي في صميم ضرامها
وبكى الرماد الآدمي على دمار غرامها (۲)

الطائر الجريح

تیسرا دیوان "الطائر الجريح" جو ابراہیم ناجی کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ یہ دیوان بھی دونوں پچھلے دیوانوں کی طرح ہے اس کے نام سے ہی عیاں ہے کہ شاید حوادث روزگار نے لپیٹا اور اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ اپنے کرب و درد کو نہایت حسین پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اس کا دل خوشیوں سے بیزار اور رنج و غم ہی اس کا نوشتہ تقدیر ہے۔ اس کی پوری زندگی طوفان کی نذر ہو گئی۔ اس کے اشعار میں رقت ہے۔ وہ زمین پر زخم خوردہ پرندے کی مانند پڑا ہوا ہے۔ کراہ، چیخ و پکار اور آنسوؤں کے سوا اس کے پاس کچھ بھی نہیں۔ وہ بے یار و مددگار ہے، دل سے نکلے ہوئے اشعار سے شعلے لپکتے ہیں۔ وہ قصیدہ "حب" میں گویا ہے۔ (۳)

---

(۱) ایضاً۔ ص۔ ۱۵۹

(۲) الادب العربي المعاصر في مصر ص۔ ۱۵۹

(۳) ایضاً ص۔ ۱۶۰

یا مقادیر الحمام ولی — ومن ظلمها اصبحت مجنون
باکی الغوار مشر د الامل — وقف الزمان دیبابه ولحنی (۱)

اس نے اپنا ثالث محبت و خواب کو قرار دیا۔ لیکن اس ثالث نے اس کے ساتھ نا انصافی کا ثبوت دیا۔ اس کے حصہ میں محض وحشت و صحرا نوردی آئی۔ "قصائد "بقایا حلم" "ظلال الصحت" "ظلام" اور" الطائر الجریح" میں اپنی دھڑکنوں اور محبت کی سوزشوں کو بیان کیا۔ وہ اس کے شعلوں کی لپٹ میں جل رہا ہے۔ اپنے آخری قصیدہ میں کہتا ہے۔

الی امراء عشت زمنا — لی حا ئرا معذ باً
فوالهتہ حائمة — علی الجمال جالصبا
تعرضت فاحترقت — اغنیة علی السوبا
تناثرت وبعثرت — رمادها ریح الصبا (۲)

قصیدے کا عنوان " The Rough the crowd" تھا جو اپولو رسالہ (شمارہ دسمبر ۱۹۳۲ء) میں شائع ہوا۔

ڈرامائی ادب کو ترقی دینے میں پیش پیش رہا۔ دیستویفسکی کے ایک قومی ڈرامے کو " الجریحة والعقاب" کے نام سے ترجمہ کیا۔ Feder Dostook (۱۸۲۱ سے ۱۸۸۱) ایسے ہی اٹلین ڈرامہ کو "الموت فی اجازة" کے نام سے ترجمہ کیا۔

اس کی ایک کتاب کا نام " رسالة الحیاة" ہے جو ادب، نفس، عقل، ثقافت اور نقد و شباب جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ افسانے بھی لکھے۔ شکسپیر اور دوسروں کی نظموں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔

فرانسیس شاعرہ "بودلیر" پر بھی اس نے کام کیا تھا جو اس کے انتقال کے

بعد سفر عام پر آیا۔ اس کے کئی قصائد کے ترجمے بھی کئے۔ جو "ازہار الشعر" میں شامل ہیں (۳)

---

(۱) ایضاً ص: ۱۶۰

(۲) الادب العربي المعاصر في مصر ص۔ ۱۶۰

(۳) الادب - عبدالوہاب السیری - لبنان ۱۹۶۰ء ۱۱/۵۱ نیز دیکھئے اعلام النثر والشعر فی العربی الحدیث ج - ۳ / ۱۱۰

(ختم شد)